قسط: اوّل

تاریخِ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

نقیبِ ختمِ نبوّت فروری ۲۰۱۳ء کے صفحہ ۱۳ پر ''تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے عنوان سے مضمون کی دوسری قسط شائع ہوئی۔ جبکہ پہلی قسط سہواً شائع ہونے سے رہ گئی۔ ذیل کے مضمون کو قسط اوّل شمار کیا جائے۔ (ادارہ)

کتب تاریخ وسیَر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت کی طرح تاریخِ وفات کے بارے میں بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

سال وفات:

محدثین اور ارباب تاریخ وسیر کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۱ھ میں واقع ہوئی۔

ماہِ وفات:

اسی طرح ارباب تاریخ وسیر کا اس بات پر بھی مکمل اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ ربیع الاوّل میں رونما ہوا جبکہ ایک روایت میں ۱۱ر رمضان کا ذکر ہے۔

یومِ وفات:

امام بخاریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بغرض عیادت تشریف لے گئیں تو انہوں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''پیر'' کے دن۔

وَ قَالَ لَهَا فِی اَیِّ یَومٍ تُوَفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَت یَوم الاِثْنَینِ.

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: موت یوم الاثنین۔ رقم الحدیث: ۱۳۸۷)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ ارباب تاریخ وسیر کا ''یومِ وفات'' پیر کے دن پر بھی اتفاق ہے اگرچہ ایک روایت میں بدھ کا دن بھی منقول ہے۔

وقت وفات:

وفات کے وقت کے بارے میں بھی مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ چاشت کا وقت تھا اور اوزاعی، زہری اور عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کا وقت تھا جبکہ صحیح بخاری کی روایت میں ''آخر یوم'' کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی روایت اور زہری وغیرہ کے قول میں یوں تطبیق دی ہے کہ ممکن ہے کہ حدیث میں ''آخر یوم'' سے مراد دن کے نصف ثانی کا آغاز ہو اور یہ زوال کا وقت ہی ہوتا ہے۔ نیز چاشت کے وقت بھی زوال تک رہتا ہے۔ اس لیے ان تمام اقوال میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

(ملاحظہ ہو: فتح الباری، جلد: ۸، ص: ۱۸۱، سیرت ابن کثیر، جلد: ۴ ص: ۵۰۶، زرقانی، جلد: ۳، ص: ۱۱۰)

تاریخ وفات:

ارباب تاریخ وسیر نے تاریخ وفات کے متعلق ۱، ۲، ۴، ۱۰، ۱۲/ ربیع الاوّل کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جبکہ اہلِ تشیُّع کے نزدیک تاریخ وفات ۲۸/ صفر اور بارہ ربیع الاوّل ہے۔ ۲۸/ صفر کی تاریخ کو تحفۃ العوام، ص: ۶۴ پر اسی وجہ سے منحوس تاریخ قرار دیا گیا ہے۔ اکثر اہلِ تشیُّع نے اسی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ اس کے برعکس ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی نے تاریخ وفات بارہ ربیع الاوّل نقل کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: اصول کافی، کتاب الحجۃ، ص: ۳۲۷)

مذکورہ اقوال میں سے یکم، دو اور بارہ ربیع الاوّل کا قول زیادہ مشہور ہے۔ ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد سمیت اکثر مؤرخین نے بارہ ربیع الاوّل کا قول نقل کیا ہے۔ (سیرت ابن کثیر، جلد: ۴، ص: ۵۰۷)

طبری، ابومخنف اور کلبی سے ۲/ ربیع الاوّل منقول ہے سلیمان بن طرحان نے اسی پر جزم کیا ہے اور سُہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (سیرت ابن کثیر، جلد: ۴، ص: ۵۰۸، فتح الباری، جلد، ۸، ص: ۱۶۳)

موسیٰ بن عقبہ، لیث، خوارزمی، ابن زبیر کے بقول یکم ربیع الاوّل کو وفات ہوئی۔ (حوالہ مذکور)

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ایک اور دو، ربیع الاوّل بھی حساب کے مطابق درست ہے اکثر نے دو کو اختیار کیا ہے بارہ ربیع الاوّل کا خیال بدیہی البطلان ہے...... حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' کو ''ثانی عشر'' پڑھ لیا گیا۔ اس لیے بارہ ربیع الاوّل مشہور ہو گیا۔ (احسن الفتاویٰ، جلد: دوم، ص: ۳۶۸)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ: تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو واقع ہوئی اور یہی

جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ بھی یقینی اور متفق علیہ امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ۹رذی الحج اور جمہ کو ہوا۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے بارہ ربیع الاوّل کو روز دوشنبہ نہیں پڑتا اس لیے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات ۲رربیع الاوّل ہے۔ کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲، اور عربی عبارت میں ''ثانی شھر ربیع الاوّل'' کا ''ثانی عشر ربیع الاوّل'' بن گیا۔

حافظ مغلطائی نے بھی ۲رربیع الاوّل کی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ (سیرت خاتم الانبیاء، ص:۱۴۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک صحیح اور راجح قول کے مطابق تاریخ وفات ۲رربیع الاوّل ہے جبکہ بارہ ربیع الاوّل کسی حساب سے تاریخِ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ اس روز ''پیر'' نہیں آتا۔

حضرت مفتی صاحب اس اقتباس سے صرف تین صفحات پہلے یہ لکھ آئے ہیں کہ ۲۸رصفر ۱۱ھ چہارشنبہ (بدھ) کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع عزقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دعائے مغفرت کی وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا پھر بخار ہوگیا اور صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر بخار رہا اور اسی حالت میں وفات ہوگئی۔ (حوالہ مذکور، ص:۱۴۱)

مرض وفات کے آغاز سے متعلق ۲۸رصفر آخری چہارشنبہ کا قول مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری نے بھی نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتاویٰ رحیمیہ، جلد: دوم، ص:۶۸)

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت وفات نبی سے متعلق بارہ ربیع الاوّل کے قول کی مدلّل تردید کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جتنے بھی عقلی احتمالات نکل سکتے ہیں سارے احتمال نکال کر آپ حساب لگائیں تو بارہ ربیع الاوّل کو سوموار نہیں بنتا۔ یہ جب چاہیں آپ حساب لگالیں۔ یعنی یوں سمجھو مشاہدہ والی بات ہوگئی تو تاریخ بارہ ربیع الاوّل وفات کی بھی نہیں بنتی۔ ولادت کی بھی نہیں بنتی۔ (ماہنامہ لولاک ملتان، ص:۹، فروری ۲۰۱۲ء)

دوسری طرف موصوف زیرِ عنوان ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتدا صفر کے آخری بدھ کو ہوئی'' لکھتے ہیں کہ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری بدھ کو اس مرض کی ابتدا ہوئی تھی جس مرض کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ اسی بیماری کے نتیجہ میں چند دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، دو ہفتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار رہے چودہ یا پندرہ دن۔ بہرحال صفر کا آخری بدھ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضِ وفات کی ابتدا کا دن

ہے نہ کہ غسل صحت کا۔ میں ان کی ناواقفیت کو ظاہر کر رہا ہوں اور ان کی جہالت دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ نادانو! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسلِ صحت کا دن نہیں یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ فراش ہونے کا دن ہے۔ اس لیے میں آپ کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک آپ اس بات کو پہنچا سکیں اپنے گھروں میں اردگرد یہ بات ذہن میں ڈال کے رکھیں کہ صفر کا آخری بدھ یہ کوئی خوشی منانے کا بدھ نہیں ہے۔ یہ جاہلیت والی بات ہے اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتدا اس تاریخ میں ہوئی تھی (ماہنامہ لولاک ملتان، ص: ۲۵ تا ۲۷۔ جنوری ۲۰۱۲)

تعجب بالائے تعجب یہ کہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور ان کے دیگر ہم خیال حضرات ایک طرف ۲۸ر صفر بدھ کے دن سے مسلسل ومتواتر تیرہ روز تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علالت میں مبتلا رہنے کا ذکر فرماتے ہیں اور دوسری طرف ۱۲ر ربیع الاوّل تاریخ وفات کے قول کی تردید کرتے ہوئے ۲ر ربیع الاوّل پیر کے دن وفات کے واقع ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

اگر خلاف حقیقت موصوف کی تلقین کے مطابق ۲۸ر صفر کو بدھ کا دن تسلیم کر لیا جائے تو خواہ مہینے کو کامل یعنی تیس دن کا یا ناقص یعنی ۲۹ دن کا شمار کریں تو ۲ر ربیع الاوّل کو اتوار یا ہفتہ کا دن ہی آتا ہے ''پیر'' کسی صورت میں نہیں آتا جبکہ ان کے نزدیک ۲ر ربیع الاوّل کو ''پیر'' تھا۔

علاوہ ازیں اس صورت میں ایام علالت بھی تیرہ روز نہیں بنتے بلکہ زیادہ سے زیادہ پانچ دن ہی قرار پاتے ہیں۔

ہمارے علمائے کرام نے ایک طرف ۹ر ذی الحجہ ۱۰ھ سے لے کر ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ تک تین مہینوں کے دنوں کا حساب کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ۱۲ر ربیع الاوّل تاریخ وفات نہیں ہوسکتی کیونکہ اس تاریخ کو ''پیر'' کا دن نہیں آتا۔ لیکن دوسری طرف یہی علما مرض وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز ۲۸ر صفر آخری بدھ اور ایام علالت تیرہ دن بتانے کے باوجود تاریخ وفات ۲ر ربیع الاوّل متعین کرتے ہیں۔ فیا للعجب!

۲۸ر صفر کو بدھ قرار دیں تو ۲ر ربیع الاوّل کو ''پیر'' نہیں آتا اور ۲ر ربیع الاوّل کو ''پیر'' قرار دیں تو ۲۸ر صفر کو بدھ نہیں آتا۔ اسی طرح ایام علالت بھی تیرہ دن نہیں بنتے اگرچہ کتب تاریخ وسیر میں دس، بارہ، تیرہ، چودہ دن کا ذکر ملتا ہے لیکن اکثر ارباب تاریخ وسیر کے نزدیک کل ایام علالت تیرہ دن ہیں۔

''یوم علالت'' کے بارے میں واقدی، ابن سعد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے بدھ کا قول نقل کیا ہے (جسے علما نے آخری بدھ بنا دیا) کہ اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز ہوا تھا۔

(ملاحظہ ہو: طبقات ابن سعد اردو، جلد: دوم، ص: ۲۵۸۔ زرقانی، جلد: ۸، ص: ۲۵۵۔ فتح الباری، جلد: ۸، ص: ۲۰۶)

جبکہ سلمان تیمی اور خطابی سے ہفتے کا دن اور امام لیث بن سعد سے پیر کا دن منقول ہے لیکن زیادہ تر روایات بدھ سے متعلق ہیں۔

اسی طرح ''تاریخ علالت'' کے متعلق بھی ۱۸ر صفر سے لے کر ۲۹ر صفر تک کے اقوال ملتے ہیں جبکہ ''مقام علالت'' کے حوالے سے بیت میمونہ، بیت زینب بنت جحش، اور بیت ریحانہ رضی اللہ عنہن کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن بیت میمونہ رضی اللہ عنہا کو راجح قرار دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباری، جلد: ۸، ص: ۱۲۹)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور مفتی رشید احمد صاحبؒ نے بحوالہ ابن حجر بارہ ربیع الاوّل کے تاریخ وفات نہ ہونے کے بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے وہ بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' سے ثانی عشر ربیع الاوّل'' بنا دیا گیا۔ مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا کہ ''ثانی شہر ربیع الاوّل'' شہر مہینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ماہ ربیع الاوّل کی ۲ تاریخ مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اس کو پڑھ لیا ''ثانی عشر ربیع الاوّل'' ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو۔ اصل لفظ تھا ''شہر'' اسے ''عشر'' پڑھ لیا گیا اس طرح ۲ کا ۱۲ بن گیا اور یہ غلط بات پھیل گئی۔ بعض نے اختلافِ مطالع کی بات کی ہے جو بالکل باطل ہے۔ (ربیع الاوّل میں جوشِ محبت، ص: ۹)

کیا ہزاروں علما کی موجودگی میں کسی ایک شخص کی غلط فہمی یا غلط خواندگی اس طرح رواج پا سکتی ہے؟ سخت حیرت ہے کہ ہزاروں علما میں سے کوئی بھی اس کی تصحیح نہیں کر سکا اور یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم شخصیت کی تاریخ وفات غلط طور پر مشہور ہوگئی۔ پھر مزید حیرت اس بات پر بھی ہے کہ حافظ ابنِ حجر (م ۸۵۲ھ) کی اس ''تحقیق و دریافت'' کے بعد بھی ارباب تاریخ وسیر اس غلط قول کو ہی نقل کرتے رہے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاوّل شریف کی بارہ تاریخ کو اس عالم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ (ضیاء النبی، جلد: چہارم، ص: ۸۱۹)

جبکہ موصوف اس سے چند صفحات پہلے ص: ۷۹۲ پر ''آغاز مرض'' کی تاریخ ۲۹ر صفر بروز پیر اور ایام علالت تیرہ، چودہ اور پندرہ دن لکھ آئے ہیں۔

لیکن موصوف اس بات پر غور نہیں کر سکے کہ آغاز مرض کی اس تاریخ (۲۹ر صفر) بروز پیر سے بارہ ربیع الاوّل کو

کیوں کر ''پیر'' آ سکتا ہے؟صَفَر ناقص (یعنی ۲۹ دن) کی صورت میں بارہ ربیع الاوّل کو ہفتہ اورصفر کامل (یعنی تیس دن) کی صوت میں اتوار کا دن آ تا ہے۔ پیر کسی صورت میں بھی نہیں آ تا۔

معروف سیرت نگار جناب قاضی عبدالدائم دائم صاحب نے اپنی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات ۱۳/ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز پیر بعد از زوال تحریر کی ہے اوراس بات کی تصریح بھی کی ہے کہ ''محدثین واصحاب سیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ ہم اس بحث میں پڑ کر کتاب کوطول دینا نہیں چاہتے۔ ہم نے وہ تاریخ درج کی ہے جو زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے۔'' (سیدالوریٰ، جلد:۲،ص:۴۸۶)

ملحوظ رہے کہ یہ کتاب ۱۹۹۸ء میں کتب سیرت کے مقابلہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے اوّل انعام کی مستحق قرار پائی ہے۔

موصوف اسی کتاب میں پیچھے ص:۴۴۹ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز ۲۹/صفر بروز بدھ اور ص: ۴۷۸ پر ایام علالت تیرہ دن لکھ آئے ہیں لیکن اگر صفر کو ناقص شمار کریں تو ۱۳/ربیع الاوّل کو منگل آتا ہے اور کامل تصور کریں تو بدھ کا دن آتا ہے جبکہ وفات کا پیر کے دن واقع ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اس تفصیل یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اکثر ارباب تاریخ وسیر کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کا آغاز بدھ کے روز ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوا اور تیرہ دن کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وفات پائی۔ یہ ملحوظ رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران علالت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ''پیر'' کے دن ہی منتقل ہوئے تھے اس طرح مدت علالت 13=8+5 دن بھی متعین ہوگئی۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ کو ہوا تھا بلکہ اس سے ایک ہفتہ پہلے (بدھ کے دن ہی) اس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جبکہ آخری بدھ کو شدت آگئی تھی۔ (ملاحظہ ہو: سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۱۹۵۔ مؤلفہ: حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: چہارم، ص:۷۹۸، مؤلفہ: پیر محمد کرم شاہ الازہری)

مرض میں شدت کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی ہوتی ہے وہ صفر کے آخری بدھ کے اگلے دن جمعرات کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

یَومُ الْخَمِیْسِ وَمَا یومُ الْخَمِیْسِ ثُمَّ بَکیٰ حَتیّٰ خَضَبَ دَمعُهُ الحَصباءَ فَقَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجعُهٗ یَومَ الْخَمِیس. (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب: **هل یشتفع اهل الذمة و معا ملتهم جوائز الوفد**، رقم الحدیث:۳۰۵۳)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن بھی کیسا تھا؟ اور پھر اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے تک بھیگ گئے اور پھر کہنے لگے کہ جمعرات کے دن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

يَوم الخَمِيسِ وَ مَا يومُ الخَمِيسِ ثُمَّ بَكىٰ حَتى بلَّ دَمعُهُ الحِصىٰ قُلتُ يَا اَبَا عبَّاس وَ مَا يومُ الخَمِيسِ قال اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجْعُهُ ۔(صحیح بخاری، **كتاب الجزية و الموادعة، باب اخراج اليهود من جزيرة العرب**، رقم الحدیث:۳۱۶۸)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن۔ پھر انہوں نے ایسی گریہ وزاری کی جس سے سنگریزے بھیگ گئے تو میں (ابن جبیر) نے پوچھا اے ابوالعباس رضی اللہ عنہ جمعرات کا دن کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض شدت ہوئی۔

تیسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

يَوم الخَمِيسِ وَ مَا يَومُ الخَمِيسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعُهُ. (صحیح بخاری، کتاب **المغازى، باب مرض النبى و وفاته**، رقم الحدیث:۴۴۳۱)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور آہ جمعرات کا دن اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت شدت کا درد ہو رہا تھا۔

جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

يَوم الخَمِيسِ وَ مَا يومُ الخَمِيسِ ثُمَّ جَعَلَ تَسِيْلُ دُمُوعُهُ حَتّىٰ رَأَيْتُ عَلى خَدَّيهِ كَأَنَّهَا نِظَامُ اللوء لوء لُو. (صحیح مسلم کتاب، **الوصية لمن يس له شئى يو ميه فيه**، جلد: دوم، ص:۴۲)

ترجمہ: جمعرات کا دن اور کیا ہے جمعرات کا دن؟ پھر ان کے آنسو بہنے لگے دونوں گالوں پر جیسے موتی کی لڑی ہو۔

جن حضرات نے صفر کے آخری بدھ کو مرض الوفات کا آغاز قرار دیا ہے انہیں شدید غلط فہمی لاحق ہوئی ہے یہ آخری بدھ نہیں تھا بلکہ اس سے پہلا بدھ تھا۔ (ملاحظہ ہو: سیرت المصطفیٰ، جلد: ۳، ص: ۱۵۷، مؤلفہ: مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: دوم، ص: ۱۶۰، مؤلفہ: شبلی نعمانی، کشف الباری، کتاب المغازی، ص: ۶۶۰، مؤلفہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان)

اس تفصیل سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ سے بھی پہلے بدھ سے ہوا

تھا اب یہ معلوم کرنا باقی رہ گیا ہے کہ یہ بدھ صفر کے کس تاریخ کو آتا ہے؟ اس کا تعلق تاریخ وفات کے تعین کے ساتھ ہے لہٰذا پہلے تاریخ وفات کا تعین کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں ارباب تاریخ وسیر کا تین باتوں پر اتفاق پایا جاتا ہے۔

(۱) سال وفات ۱۱ھ (۲) وفات کا مہینہ ربیع الاوّل (۳) وفات کا دن ''پیر'' البتہ تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں سے یکم، دو اور بارہ ربیع الاوّل کے اقوال زیادہ مشہور ہیں۔

محققین کے نزدیک سال ۱۱ھ ماہ ربیع الاوّل اور دن ''پیر'' بالاتفاق متعین ہو جانے کے بعد حسابی اعتبار سے وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل کسی صورت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں نیز محدثین اور مؤرخین کا ان پر اجماع ہے۔ اوّل یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج ۱۰ھ میں اور وقوف عرفہ ۹/ذی الحجہ بروز جمعہ ثابت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: زیادۃ الایمان ونقصانہ۔ رقم الحدیث: ۴۵)

اور دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ''پیر'' کے دن ہوئی۔ (ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: موت یوم الاثنین، رقم الحدیث: ۱۳۸۷) ان دونوں حقیقتوں کو تسلیم کر لینے کے بعد کسی حساب سے بھی بارہ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا کیونکہ حجۃ الوداع اور وفات کے درمیان صرف تین مہینوں (محرم، صفر، ربیع الاوّل) کے چاند طلوع ہوئے ہیں۔ ان مہینوں کی زیادہ سے زیادہ آٹھ صورتیں بن سکتی ہیں اور اتفاق یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک صورت میں بھی ۱۲/ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔

ملاحظہ فرمائیں:

پہلی صورت:	۹/ذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم صفر	پیر	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	بدھ	بارہ ربیع لاوّل اتوار
دوسری صورت:	۹/ذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم صفر	پیر	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)

	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
تیسری صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم صفر	اتوار	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ
چوتھی صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم محرم	ہفتہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم صفر	اتوار	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
پانچویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم صفر	ہفتہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	اتوار	بارہ ربیع الاوّل جمعرات
چھٹی صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم صفر	ہفتہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ
ساتویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)
	یکم محرم	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم صفر	اتوار	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
	یکم ربیع الاوّل	منگل	بارہ ربیع الاوّل ہفتہ
آٹھویں صورت:	۹رذی الحج	جمعہ	ناقص مہینہ (۲۹ دن کا)

یکم محرم	جمعہ	کامل مہینہ (۳۰ دن کا)
یکم صفر	اتوار	ناقص مہنہ (۲۹ دن کا)
یکم ربیع الاوّل	پیر	بارہ ربیع الاوّل جمعہ

تین مہینوں کے چاند کی مذکورہ بالا آٹھ صورتیں ہی ممکن تھیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہفتہ میں سات دن ہونے کے باوجود ان آٹھ صورتوں میں بارہ ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن نہیں آتا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا پیر کے دن ہونا یقینی ہے۔ لہٰذا بارہ ربیع الاوّل والی روایت (جسے اگر چہ جمہور مؤرخین، واعظین اور مقررین نے اختیار کیا ہے) خلاف حقیقت ہے۔

اسی طرح اہلِ تشیُّع کی دونوں (۲۸ ؍صفر اور ۱۲ ؍ربیع الاوّل) روایات بھی غلط ٹھہرتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک بھی وفات کا پیر کے دن واقع ہونا یقینی ہے۔ تاریخ وفات کے بارے میں ارباب تاریخ وسیر سے یکم اور دو ربیع الاوّل کا قول بھی منقول ہے جبکہ ان دونوں تاریخوں میں پیر کا دن بھی آتا ہے۔

زرقانی اور فتح الباری میں ۲ ؍ربیع الاوّل کے قول کو ترجیح دی گئی ہے مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''سیرت خاتم الانبیاء''، ص: ۱۴۴ پر مفتی رشید احمد صاحبؒ نے احسن الفتاویٰ، جلد: دوم، ص: ۳۶۸ پر اسی قول کو مستند اور صحیح قرار دیا ہے۔

مولانا جعفر شاہ پھلواری لکھتے ہیں کہ: ہمیں دوسری ربیع الاوّل کے یومِ وفات ہونے پر اصرار نہیں لیکن بارہویں کے غلط ہونے پر اصرار ہے کیونکہ بارہویں کو یومِ وفات ماننے کے بعد دو مسلمات حدیث وتاریخ میں سے ایک کو چھوڑنا پڑے گا یا تو یہ کہیے کہ حجۃ الوداع جمعہ کو نہیں ہوا۔ یا پھر یہ کہیے کہ دوشنبہ (پیر) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی تھی، یہ دونوں باتیں تسلیم کرنے کے بعد بارہویں ربیع الاوّل کا تاریخ وفات ہونا ممکن نہیں کیونکہ ۹ ؍ذی الحج کو جمعہ کا دن ہونا اور پیر کا دن یومِ وفات ہونا ایسے مسلّمہ اور مصدقہ حقائق ہیں جن کے خلاف کوئی شہادت موجود نہیں اور ان باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد نہ بارہ ربیع الاوّل کو تاریخ وفات ہوسکتی ہے اور نہ ہی ۲۸ ؍صفر کو۔ (مقالات، ص: ۳۹۳)

۲ ؍ربیع الاوّل کا قول ہشام بن محمد سائب کلبی اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے جسے قدیم مؤرخین یعقوبی، طبری ومسعودی نے روایت کیا ہے۔ لیکن محدثین کے نزدیک کلبی اور ابو مخنف دونوں دروغ گو اور کذاب تھے جبکہ مسعودی اور یعقوبی بھی ''تشیُّع'' سے متہم ہیں۔

راویوں کی دروغ گوئی کے قطع نظر اگر ۲ ؍ربیع الاوّل کی روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو مذکورہ آٹھ صورتوں میں

سے صرف ایک مرتبہ ۲ ربیع الاوّل کو پیر کا دن آتا ہے وہ اس طرح کہ محرم، صفر اور ربیع الاوّل تینوں مہینوں کو ناقص (یعنی ۲۹ دن کا) تسلیم کیا جائے جیسا کہ پانچویں صورت میں ہے۔ یہ صورت خلافِ اصول اور نادر الوقوع ہے۔

اس کے برعکس یکم ربیع الاوّل کی روایت ثقہ ترین ارباب سیر موسیٰ بن عقبہ اور مشہور محدث امام لیث بن سعد، خوارزمی اور ابن زبیر سے مروی ہے۔ (ملاحظہ ہو: سیرت ابن کثیر، جلد:۴، ص:۵۰۸، فتح الباری، جلد:۸، ص:۱۶۳)

امام سُہیلی نے روض الانف میں اسی روایت کو اقرب الی الحق لکھا ہے۔ امام موصوف ہی نے سب سے پہلے درایتاً اس نکتے کو دریافت کیا تھا کہ بارہ ربیع الاوّل کو پیر کا دن نہیں آتا۔

یکم ربیع الاوّل کو ''پیر'' کا دن مذکورہ آٹھ صورتوں میں سے تیسری، چھٹی، اور آٹھویں صورت میں آتا ہے اور یہ تینوں صورتیں کثیر الوقوع ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی تاریخ وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مفصل ومدلّل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ

یکم تاریخ تین صورتوں میں واقع ہوسکتی ہے اور تینوں کثیر الوقوع ہیں اور روایات ثقات ان کی تائید میں ہیں۔ اس لیے وفات نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ہے۔ اس حساب سے فقط رویئت ہلال کا اعتبار کیا گیا ہے جس پر اسلامی قمری مہینوں کی بنیاد ہے۔ اصول فلکی سے ممکن ہے کہ اس پر خدشات وارد ہوسکتے ہوں۔

کتب تفسیر میں تحت آیت ''**الیوم اکملت لکم دینکم**'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کے یومِ نزول ۹ ؍ذی الحج ۱۰ھ سے روز وفات تک اکیاسی (۸۱) دن ہیں۔ اس حساب سے بھی یکم ربیع الاوّل کو اکیاسی دن پورے ہوجاتے ہیں۔ ذی الحج کے باقی ماندہ ۲۱ دن بشمول ۹ ؍ذی الحج) + محرم کے ۲۹ دن + صفر ۳۰ دن + ربیع الاوّل کا ''۱'' دن (81=1+30+29+21) ابونعیم نے دلائل میں بسند یکم ربیع الاوّل تاریخ وفات نقل کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: دوم، ص:۱۶۱)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری تمام روایات کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

قیاس صحیح سے قریب تر خوارزمی کی ہے جس میں تاریخ وفات یکم ربیع الاوّل منقول ہے کیونکہ یہ تاریخ تینوں مہینوں میں ۲۹ اور ۳۰ دن کے فرق سے بھی صحیح ہوجاتی ہے۔ (قصص القرآن، جلد: چہارم، ص:۵۱۷)

گزشتہ مضمون ''تاریخ ولادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ واقدی، مغلطائی اور حافظ ابن عبدالبر نے عام الفیل ۲ ربیع الاوّل کو تاریخ ولادت قرار دیا ہے جبکہ زیرِ نظر مضمون میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات صحیح قول کے مطابق یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ثابت کی جاچکی ہے۔ اس تحقیق کو اختیار کرنے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی عمر بھی تریسٹھ برس پوری ہو جاتی ہے۔ (عمر سے متعلق ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۴۴۶۶۔ کتاب المناقب، باب: وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۳۵۳۶)

زیرِ نظر مضمون میں پیچھے یہ بتایا جا چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کا آغاز صفر کے آخری بدھ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس سے پہلے بدھ سے ہوا تھا۔ اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ ثابت ہو چکی ہے تو اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کی ابتدا کا تعین بھی ہو سکتا ہے۔ اکثر اربابِ تاریخ وسیر کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل تیرہ دن بیمار رہے اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ یکم ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن تھا تو اس حساب سے صفر کا آخری بدھ کامل مہینے کی صورت میں ۲۶ تاریخ اور ناقص مہینے کی صورت میں ۲۵ر صفر کو آتا ہے۔ اس حساب سے مرض وفات کی ابتدا ۱۸ یا ۱۹ر صفر ثابت ہوتی ہے ان ہر دو صورتوں میں ایام علالت بھی تیرہ دن پورے ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اربابِ تاریخ وسیر نے آخری بدھ کے بجائے صفر کا آخر لکھا ہے بلکہ علامہ شبلی نعمانی نے ۱۸ اور ۱۹ر صفر کی تصریح بھی کی ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات صحیح اور مستند قول کے مطابق یکم ربیع الاوّل ہے۔ اس کے برعکس ۲ر ربیع الاوّل کی روایت کذاب اور شیعہ راویوں سے مروی ہے۔

۹ر ذی الحج ۱۰ھ کو ''جمعہ'' کا دن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ربیع الاوّل ۱۱ھ میں ''پیر'' کے دن واقع تسلیم کر لینے کے بعد کسی حساب سے بھی ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501